ابتلا میں جماعت کی مالی قربانی اور صبر کے نمونے

(خطبہ جمعہ ۱۰ اراگست ۱۹۸۴ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ (آل عمران: ۱۴۷-۱۴۹)

اور پھر فرمایا:

سورۃ آل عمران کی یہ تین آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں ان اللہ والوں کا ذکر ہے جو انبیاء کے ساتھ مل کر خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور ان کی صفات یہ بیان فرمائی گئی ہیں فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں جو دکھ بھی ان کو پہنچتا ہے خواہ وہ کسی قسم کا ہو کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو مَا وَهَنُوْا اس کے نتیجے میں وہ کمزور نہیں پڑ جاتے اور بوسیدہ نہیں ہو جاتے۔ وَهَنَ کا مطلب ہے غم کی شدت یا عمر کی زیادتی سے کمزوری پیدا ہو جانا یا فی ذاتہٖ اتنا

کمزور ہونا کہ دفاع کی طاقت اس میں نہ ہو چنانچہ حضرت زکریاؑ کی دعا میں یہی لفظ ملتا ہے ان معنوں میں۔ رَبِّ اِنِّیۡ وَہَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ وَاشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا (مریم:۵) کہ اے اللہ! میری تو روتے روتے ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور عمر کے نتیجے میں بھی طاقت نہیں رہی مجھ میں مزید صبر اور برداشت کی اور اَوۡہَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ (العنکبوت:۴۲) میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے معنوں میں وھن کو استعمال فرمایا کہ جس طرح مکڑی کا جالا فی ذاتہٖ کمزور ہوتا ہے تازہ بنا ہوا ہو تب بھی کمزور ہوتا ہے بوسیدہ ہو جائے تب بھی کمزور ہوتا ہے اور اس میں کوئی دفاع کی طاقت نہیں ہوتی تو فرمایا جو رِبِّیُّوۡنَ ہیں اللہ والے جو میرے انبیاء کے ساتھ مل کر جہاد کرتے ہیں مَا وَہَنُوۡا کسی قسم کی کمزوری بھی ان میں نہیں ہوتی، نہ سرشت کے اعتبار سے وہ کمزور ہوتے ہیں نہ مسلسل جدو جہد کے نتیجے میں وہ کمزور پڑتے ہیں بلکہ مسلسل دفاع میں خدا کی خاطر اپنے اندر ایک مضبوطی کی قوت پاتے ہیں۔ مضبوطی کی حالت پاتے ہیں لِمَاۤ اَصَابَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ جو خدا کے رستے میں ان کو دکھ پہنچتا ہے اور جو بھی عمل کریں کمزور ان کو نہیں کرتا وَمَا ضَعُفُوۡا اور وہ ضعیف نہیں ہو جاتے ۔وَہَنُوۡا کے بعد ضَعُفُوۡا میں ایک اور معنی بھی پیدا کر دیا گیا کہ بعض دفعہ اللہ کی راہ میں جہاد لمبا ہو جاتا ہے اور ضَعُفُوۡا میں جو بڑھاپے کے معنی ہیں ایسے آثار پیدا ہو جاتے ہیں کہ گویا ان کی عمریں گزر جائیں خدا کی راہ میں جہاد کرتے کرتے اور بچپن جوانی میں اور جوانی بڑھاپے میں ڈھل جائے لیکن اس قوم پر بڑھاپے کے آثار ظاہر نہیں ہوتے خواہ کتنا لمبا خدا کی راہ میں جہاد کرنا پڑے مَا ضَعُفُوۡا وہ کمزور نہیں پڑتے اور ان میں کسی طرح بھی بڑھاپے کے آثار ظاہر نہیں ہوتے وَمَا اسۡتَکَانُوۡا اور وہ دشمن کے سامنے کبھی عاجزی نہیں دکھاتے، دشمن کے سامنے جھکتے نہیں ہیں اور صرف خدا کے سامنے جھکتے ہیں اِسۡتَکَانُوۡا لِلّٰہِ میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان مومنوں کو یہ نہیں کہ جھکنا نہیں آتا، جھکنا آتا تو ہے لیکن صرف خدا کے سامنے جھکنا آتا ہے۔ جہاں تک دشمن کا تعلق ہے، دنیا والوں کا تعلق ہے مَا اسۡتَکَانُوۡا وہ جھکنا جانتے ہی نہیں وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیۡنَ اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

تو صبر کی یہ تعریف ہے جو قرآن کریم نے اس موقع پر بیان فرمائی نہ سرشت میں کمزوری ہو، نہ پے در پے حملوں کے نتیجے میں کوئی کمزوری واقع ہو، نہ ابتلا کے لمبا ہو جانے کے نتیجے میں کوئی کمزوری

آئے اور نہ دشمن کی ہیبت کے نتیجے میں کسی قسم کا جھکاؤ پیدا ہو۔ کسی قسم کا تذلل پیدا ہو ان سب مصیبتوں میں سے گزرنے کے بعد، ان سب امتحانوں میں ثابت قدم رہتے ہوئے بھی وہ یہ جانتے ہیں کہ ہمارا مولیٰ، ہمارا نصیر، ہمارا مددگار، ہمارا سہارا دینے والا خدا کے سوا کوئی نہیں اور محض اپنی طاقت سے ہم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اس لئے وہ مسلسل دعائیں کرتے چلے جاتے ہیں اور دعاؤں کے ذریعہ وہ طاقت حاصل کرتے ہیں فرمایا وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا۔ وہ ساتھ ساتھ یہ کہتے چلے جاتے ہے کہ اے اللہ! ہم تو بہت گناہگار ہیں تو نے کیوں ہمیں چن لیا اس مقصد کے لئے ہم نہیں جانتے۔ ہمیں تو یہ علم ہے کہ گناہوں سے ہمارا بدن چور ہے، زخمی ہے اغْفِرْ لَنَا ہمارے گناہوں کو ڈھانپ لے، ہمیں بخش دے وَ إِسْرَافَنَا فِيٓ أَمْرِنَا اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم نے بہت سی زیادتیاں کی ہوئی ہیں۔ ایسی زیادتیاں جو ہمارے مفاد کے خلاف جاسکتی ہیں، ایسے گناہوں میں ملوث ہو چکے ہیں جن کے نتیجے میں ہم پر قومی لحاظ سے بد اثر بھی پڑ سکتا ہے تو اے خدا! تو ہمارا اسراف بھی معاف فرما دے آج کیونکہ آج وہ دن نہیں ہیں کہ تو ہمیں ناراضگی کی آنکھ سے دیکھے۔ آج تو ہم تیری راہ میں جہاد میں مصروف ہیں۔ کیسے ہوگا، کیسے ہم سے برداشت ہوگا کہ دشمن بھی غضب کی آنکھ سے دیکھ رہا ہو اور آج تو بھی غضب کی آنکھ سے ہمیں دیکھنے لگے اس لئے آج ہماری پشت محفوظ ہو جانی چاہئے، ہمیں یہ فکر نہیں ہونی چاہئے کہ ہمارے گناہوں کے نتیجے میں تو بھی ہمیں ناراضگی کی آنکھ سے آج دیکھ رہا ہے۔ وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا آج تو دن وہ ہیں کہ ہمارے پاؤں کو ثبات بخش۔ ہمارے قدموں کو قوت عطا فرما وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور کافروں پر جو انکار کرنے والے ہیں ان پر ہمیں فتح نصیب فرما۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان حالات میں جب یہ دعا کی جاتی ہے خدا اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ جب انسان اپنے تن من دھن کی بازی لگا رہا ہو خدا کی راہ میں اور ہمت نہ ہارے کہ مقابل پر جھکنا نہ جانے خدا کے سوا کسی کے لئے جھکے نہیں اور ساتھ ہی دعائیں کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ناممکن ہے کہ ایسی دعا کو میں قبول نہ کروں، میں اسے بتاتا ہوں فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا یہاں یہ نہیں فرمایا کہ یُؤتیهم اللّٰـهُ ثواب الدُّنیا کہ اللہ ان کو دنیا کا ثواب بھی دے گا بلکہ اچانک ماضی میں بدل دیا سب قصہ کو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دے دیا ثَوَابَ الدُّنْيَا ان کے منہ سے یہ نکلی ہوئی دعا اتنی یقینی طور پر قبول ہوئی گویا کہ ایک ماضی کا واقعہ تھا خدا نے دے دیا ان کو۔

ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ثَوَابِ الدُّنْيَا کے متعلق تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ ماضی کا قصہ چل رہا ہے اس لئے ماضی میں ذکر ہونا تھا مگر ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ تو بعد کی بات ہے وہ تو مرنے کے بعد ہوتا ہے اس کے لئے بھی لفظ ماضی استعمال فرمایا یقینی بنانے کے لئے۔اس بات کو سو فیصدی یقینی کرنے کے لئے ماضی کا طریق اختیار کیا گیا ہے کیونکہ قرآن کریم کی دوسری جگہ بھی یہی ادا ہے یہی اسلوب ہے کہ جب بات میں قوت پیدا کرنی ہو اور یقینی بنانا ہو تو مستقبل کے واقعات کو بھی ماضی کے صیغہ سے بیان کیا جاتا ہے۔وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہاں دو جزائیں بیان نہیں ہوئیں بلکہ تین ہوئی ہیں۔ثَوَابَ الدُّنْيَا پہلی جزا کہ اس دنیا میں بھی وہ ذلیل نہیں ہوں گے ہم یقین دلاتے ہیں کہ اس دنیا میں بھی انہیں کو فتح نصیب ہوگی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ دنیا تو عارضی چیز ہے آخرت کا ثواب اس سے بہت زیادہ حسین ہے جو آخرت میں جزا ملنے والی ہے اس کا اس کے ساتھ اس دنیا کی جزا کا کوئی مقابلہ ہی نہیں لیکن سب سے بڑی جزا یہ ہے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ کہ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا تم اللہ کے پیاروں میں شمار ہو جاؤ گے۔

یہ جو کیفیات ہیں یہ دنیا والوں کے لئے تو تاریخی واقعات ہیں اگر عام مسلمان جو احمدی نہیں ہے ان باتوں پر غور کرتا ہے تو اس کی نظر آنحضرت ﷺ کی طرف لوٹ جاتی ہے اور آپؐ کے زمانے کے لوگوں کی طرف جو حضور اکرم ﷺ کو نہیں مانتا وہ اگر اس مضمون پہ غور کرے گا عیسائی ہوگا تو حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کی طرف چلا جائے گا، اگر یہودی ہوگا تو حضرت موسیٰؑ کے زمانے کی طرف اس کا ذہن چلا جائے گا اگر کسی اور مذہب کا ہے اور ابراہیمیؑ ہے تو حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کی طرف اس کی نظر لوٹ جائے گی۔گویا سارے کے سارے ان کے ذہن یقینی واقعات کی طرف منتقل ہوتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے باوجود یہ سارے ماضی میں بسنے والے لوگ ہیں حال میں ان کو ایسے کوئی واقعات دکھائی نہیں دیتے۔یہ جماعت احمدیہ کی خوش نصیبی ہے کہ ہمارا ماضی ہمارا حال بن گیا ہے اور وہ خوشخبریاں جو پہلوں کو عطا ہوگئی تھیں وہ ہمارا مستقبل بن گئی ہیں۔اب ہم قصہ پارینہ میں بسنے والے لوگ نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ قوم ہیں جن کے اوپر یہ ساری واردات گزر رہی ہیں ہم شاہد ہیں اس بات کے اور اس بات کے بھی شاہد ہیں کہ اللہ اپنے فضل لے کر آیا کرتا تھا اور آج بھی آ رہا ہے اور کل بھی ہم پہلے سے

بہت بڑھ کر حُسۡنَ ثَوَابِ الۡاٰخِرَةِ ہمیں عطا فرمائے گا۔

اس انتہائی خوفناک مخالفت اور دردناک مظالم کے نتیجے میں جماعت کا ردِعمل بالکل وہی ہے جو قرآن کریم کی ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔قربانی کی روح پہلے سے کم ہونے کی بجائے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ جتنا دشمن ڈرانے کی کوشش کر رہا ہے، دبانے کی کوشش کر رہا ہے اسی قوت کے ساتھ جماعت کا دفاع کا جذبہ ابھرتا چلا جا رہا ہے۔ حوصلے بڑھ رہے ہیں، ہمت میں ایک مزید قوت عطا ہو رہی ہے۔ دن بدن جماعت کی کیفیت بدلتی چلی جارہی ہے۔اس سے پتا چلتا ہے کہ ان آیات کی مصداق آج دنیا میں جماعت احمدیہ کے سوا اور کوئی جماعت نہیں۔ چنانچہ جب خطرات ہوں اور کئی قسم کے ایسے دہشت ناک واقعات ہو رہے ہوں کہ جس سے انسان کو یہ محسوس ہو کہ کچھ نہ کچھ پس انداز کر کے بچانا چاہئے پتہ نہیں کیا حالات ہوتے ہیں، کس طرح ہمیں گھروں سے نکالا جائے؟ کس طرح ہم لوٹائے جائیں؟ تو ایسے وقت میں دنیا کی قوموں میں یہ ردعمل ہوتا ہے کہ جو کچھ ہے وہ سمیٹتے ہیں اور بچا لیتے ہیں لیکن اللہ کی قوم کا ردعمل یہ ہے کہ جو کچھ گھر میں تھا وہ سمیٹ سمیٹ کر جھاڑ و دے دے کر خدا کے حضور پیش کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ ردِعمل خدا والوں کی علامت ہے۔ان لوگوں کو رِبِّيُّوۡنَ کہا جاتا ہے قرآنی اصطلاح میں کہ اللہ والے لوگ رب والے لوگ۔

چنانچہ یہ جو مختلف وقتوں میں جماعت کی طرف سے قربانی کی اطلاعیں آرہی ہیں اور مختلف ممالک سے یہ اس کثرت کے ساتھ ہیں کہ ناممکن ہے انہیں ایک دو خطبات میں بیان کیا جا سکے بلکہ ہزارہا صفحات کی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ میں نے بعض قربانیوں کا ذکر گزشتہ ایک خطبہ میں کیا تھا لیکن اس کے بعد بعض ایسے غربا کی، بعض بچوں کی، بعض کمزور لوگوں کی ایسی عظیم الشان قربانیوں کی اطلاعیں ملی ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو بھی اس ذکر میں شامل کرنا ضروری ہے کیونکہ جماعت کے امیر بھی جس طرح قربانی کر رہے ہیں اسی طرح جماعت کے غریب بھی قربانیاں کر رہے ہیں اور جماعت کے غربا کی بعض صورتوں میں قربانیاں اتنی عظیم الشان ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ یہ قربانیاں زیادہ اہمیت رکھتی ہیں خدا کی نظر میں یا امرا کی قربانیاں۔ آج تو یہ کیفیت نظر آتی ہے کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ؎

امیر اور غریب اپنی قربانیوں میں بالکل ایک صف میں کھڑے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں مگر

پھر بھی غریب چونکہ اس سطح پر اپنی اقتصادی لحاظ سے اس ادنیٰ سطح پر واقع ہوتا ہے کہ جب وہ قربانی دیتا ہے تو اسے بھوک کی شدت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے، اسے دوسری تنگیاں بھی اٹھانی پڑتی ہیں اس لئے اس پہلو سے وہ یقیناً امرا پر فضیلت لے جاتا ہے اور بعض لوگ کچھ بھی پیش نہیں کر سکتے سوائے رونے کے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے وہ آنسو ہیں جو خدا کی نظر میں موتیوں سے بڑھ کر قیمتی ہو جاتے ہونگے۔

چنانچہ ایک صاحب اس سلسلہ میں مجھے لکھتے ہیں کہ آپ نے جو نئے مشن کی تحریک فرمائی اس کی کیسٹ گھر میں سن رہے تھے میری بچیاں بھی ساتھ بیٹھی تھیں۔ جب آپ نے یہ فرمایا کہ فلاں بچی نے یہ زیور دیا اور فلاں بچی نے یہ روپیہ دیا تو یہ آواز سن کر اس عاجز کی بچیاں آنکھوں سے آنسو بہا کر پکار اُٹھیں کہ کاش ہمارے پاس بھی زیور یا روپیہ ہوتا تو حضور کے قدموں میں رکھ دیتیں اس وقت تو قرضہ کا بوجھ اس قدر ہے کہ یہ خط لکھتے وقت اپنی بچیوں کا وقت یاد آ گیا اور میری آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہیں۔ تو یہ وہ جماعت ہے جس کا ردعمل ان مصیبتوں اور دکھوں کے وقت اللہ کی راہ میں اور بھی زیادہ قربانیاں دینے کی تمنا کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔

بچوں کے متعلق ایک دوست لکھتے ہیں کہ میرے بچوں نے جو پیسے ان کے پاس تھے کہا کہ امی ہم نے یہ رقم دینی ہے۔ میری ایک بچی جس کی کراچی سے روانہ ہوتے وقت آخری دن آپ کی ملاقات ہوئی تھی اور آپ نے ازراہ شفقت اس کو قلم دیا تھا اس نے اپنے جیب خرچ میں سے اپنے گلّہ میں یعنی وہ مٹی کا برتن جس میں پیسے جمع کرتے ہیں بچے جو کچھ بھی جمع کیا ہوا تھا وہ سارا اس نے پیش کر دیا۔

ایک بچہ جو بڑی عمر کا ہے نسبتاً اس نے موٹر سائیکل کے شوق میں پیسے جمع کئے ہوئے تھے اور اب تک اس کے پاس 2100 روپے جمع ہو چکے تھے۔ اس نے مجھے لا کر دیئے کہ ابا میں بالکل موٹر سائیکل نہیں لینا چاہتا، مجھے کوئی شوق نہیں رہا اس لئے یہ ساری رقم یورپ کے ان مراکز کے چندے میں پیش کر دیں اور میری طرف سے درخواست کریں کہ مولا! ہماری یہ حقیر قربانی قبول فرمائے۔ ایک بچی لکھتی ہے، ہمارے ایک مبلغ کی بچی ہے، کہ میں نے تین سال کے عرصہ میں جیب خرچ اور عیدی کی ساری جمع شدہ رقم کا گلّہ مشنری انچارج (Missionary Incharge) یعنی اپنے ابا کے سپرد کر دیا ہے۔ جو پانچ صد شلنگ بنتے ہیں اس رقم کو قبول فرمائیں۔

ایک مربی سلسلہ اطلاع کرتے ہیں اور جتنے بھی خدا کے فضل سے مربیان سلسلہ ہیں ان سب کا

یہی حال ہے کوئی ایک کا ذکر کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی دوسرا قربانی میں پیچھے ہے۔ صرف نمونۃً جماعت کے سامنے لانے کے لئے بعضوں کو میں نے چنا ہے، کہتے ہیں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد سیدھا مربی ہاؤس گیا فوراً بیوی سے ملا اور اس کی طرف دیکھتا رہ گیا کیونکہ میں اس امید کے ساتھ گیا تھا کہ میرے جانے سے قبل میری بیوی اپنا زیور اتار چکی ہوگی جاتے ہی مجھے کہے گی کہ یہ تو اسے حضور کی خدمت میں پیش کر دو۔ میں نے جب اس کے بدن پر زیور دیکھا تو میں نے اس سے کہا کہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں میں تو اس امید سے آیا تھا کہ تم سارا زیور اتار چکی ہوگی اس پر اس نے کلائی میری طرف بڑھائی اور کہنے لگی کہ خود اتار و اور کہنے لگی خدا کی قسم میں تو یہ زیور اس وقت سے وقف کر چکی ہوں جب حضور نے تحریک فرمائی تھی اور انتظار کر رہی تھی کہ کب ہمیں بھی اجازت ہو اس تحریک میں شامل ہونے کی لو اسے اتارو اب میں اسے نہیں پہن سکتی۔ کہنے لگی کچھ زیور میرا فلاں گھر پڑا ہے وہاں سے منگوا لو، ایک ہلکا سا لاکٹ اور بالیاں کانوں میں دیکھیں تو میں نے کہا یہ کیوں نہیں اتار رہی تو اس نے جواب دیا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ کچھ اپنے بچوں کے لئے بھی رکھو میں محض خدا کی ناراضگی کے خوف سے یہ نہیں اتارتی کہ نافرمانی نہ ہو جائے لیکن جو ہلکا زیور ہے وہ اپنے بچوں کے لئے رکھ لیا ہے اور جو کچھ بھاری زیور تھا وہ خدا کی راہ میں پیش کر دیا ہے۔

ایک پرانے خادم سلسلہ جو اکثر زندگی کا حصہ کلرک کے طور پر گزارتے رہے اور ابھی بھی کلرک کی اوپر کی سطح کے آدمی ہیں وہ یہ لکھتے ہیں۔ اس وقت دل میں اپنے مولا کے ساتھ آپ کی تحریک میں مبلغ تیرہ ہزار روپے (Rs 13,000) جو میری ساری عمر کی کوڑی کوڑی پس انداز کی ہوئی رقم ہے دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ میری یہ پس خوردہ رقم حاضر ہے جس مرکز کے لئے چاہیں خرچ کریں اور مجھے جمع کروانے کا ارشاد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری یہ حقیر قربانی قبول فرمائے آئندہ بھی محض اپنے فضل سے مزید قربانیوں کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ یہ پس انداز کی ہوئی رقم کچھ رقم تو بچیوں کے وظیفوں کی تھی کچھ تھوڑی تھوڑی اپنی بچت اور کچھ بڑے بچے کی دی ہوئی امداد یہ سب اس لئے اکٹھی کر رہا تھا کہ دو بڑی بچیاں جن کا نکاح جلسہ پر ہوا تھا ان کا رخصتانہ کرنا باقی ہے بہر حال اللہ تعالیٰ ان بچیوں کے رخصتانے کا انتظام تو خود فرما دے گا لیکن یہ حیرت انگیز قربانیاں تو ایسی نہیں ہیں جو خدا والوں کے سوا کوئی اس دنیا میں پیش کر سکے۔ احمدیت تو یوں لگتا ہے ساری دنیا سے مختلف ایک اور قوم بن کر ابھری ہے اس زمانے میں، اس دنیا کے لوگ ہی یہ نہیں نظر آتے۔ اگر خدا نے ہمیں نہ بتایا ہوتا اتنا پیارا پیارا محاورہ رِبِّیُّوْنَ تو ہم نہیں کہہ

سکتے تھے کہ ان کو کیا کہیں ! تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کا نام رِبِّیُّوْنَ رکھ دیا ہے رب والے لوگ ہیں یہ دنیا سے تعلق رکھنے والے لوگ نہیں۔

ایک غریب استانی لکھتی ہیں آپ کی باتیں سن کر دل بھر آیا اور آنکھیں نم ناک ہوگئیں قربانی کے لئے دل مچل اٹھا لیکن میرے پاس کوئی قیمتی چیز نہیں جسکو جماعت کی نذر کرسکوں، کوئی زیور نہیں کوئی بینک بیلنس نہیں ہاں ایک سفید پوشی کا بھرم ہے تمام اخراجات کے بعد میرے پاس ساٹھ روپے بچتے ہیں جو کہ میں نے اب فیصلہ کیا ہے کہ ہر ماہ چندہ دیا کروں گی، روزانہ کھانے پینے کے اضافی اخراجات کو امکانی حد تک ختم کرنے کی کوشش کروں گی۔

قادیان کی لجنات کے متعلق مجھے ایک رپورٹ ملی ہے اور اس کا مجھے انتظار تھا کیونکہ جب تحریک جدید کی قربانیوں کا آغاز ہوا تھا تو قادیان کی مستورات کو غیر معمولی قربانی کے مظاہرہ کی توفیق ملی تھی اب تو بہت تھوڑی خواتین وہاں رہ گئی ہیں لیکن جتنی بھی ہیں مجھے انتظار تھا کہ ان کے متعلق بھی اطلاع ملے کیونکہ ان کا حق ہے کہ وہ قربانی کے میدان میں آگے رہیں اور قادیان کا نام جس طرح اس زمانے میں خواتین نے اونچا کیا تھا آج پھر اسے اونچا کریں تو الحمد للہ کہ وہاں کی رپورٹ بھی موصول ہوئی ہے۔ صدر لجنہ اماء اللہ بھارت اطلاع دیتی ہیں کہ میں نے قادیان کی لجنہ اور ناصرات کے وعدے نئے مراکز کے لئے حضور کی خدمت میں ۱۶ر جولائی کو لکھے تھے۔ حضور کے خطبات نے ایک تڑپ یہاں کی عورتوں میں پیدا کر دی اور محض اللہ کے فضل سے جو کچھ ان کے پاس تھا انہوں نے پیش کر دیا ہے لیکن پیاس ہے کہ ابھی نہیں بجھی اتنی شدید تڑپ ابھی ہے کہ اور ہو تو خدا کے کاموں کے لئے اور بھی پیش کر دیں۔ چھوٹی چھوٹی بچیوں نے اپنی گجیاں جن میں پانچ پانچ دس دس پیسے کر کر کے کچھ جمع کیا تھا توڑ توڑ کر جو کچھ نکلا اللہ کے حضور پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ اس وقت تک قادیان کی عورتوں اور بچیوں کا وعدہ زیور کی قیمت لگا کر اور نقدی ملا کر چھیالیس ہزار نو سو تیرہ روپے اور ادائیگی چھتیس ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے ہو چکی ہے لیکن قادیان کی لجنہ کی شدید خواہش ہے کہ حضور دعا کریں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں اور دے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم مزید اس مد میں ادا کرسکیں۔

ایک عورت لکھتی ہیں کہ میں نے جب یہ تحریک سنی، بڑا دردناک خط ہے کہ میرے دل کی کیا حالت ہوئی، میں نے جب سنا کہ عورتوں نے یہ قربانی کی اور زیوروں کے سیٹ اتار اتار کر دیئے تو دل کی

جو کیفیت تھی وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے میرے آقا! میرے پاس کوئی زیور کوئی جائیداد نہیں ہم غریب طبقے کے لوگ ہیں لیکن میرے پاس تین لڑکے ہیں میں اپنا ایک بیٹا قربانی کے لئے دینا چاہتی ہوں اسے قبول فرمائیں۔ ایک خاتون لکھتی ہیں کہ جب میں نے سنا کہ ہمیں بھی اجازت مل گئی ہے تو میرا دل خوشی سے بھر گیا میرا سارا زیور آج سے چھ سال قبل چوری ہو گیا تھا ایک نکلس ہار اس بکس میں پڑا ہوا ہے جو چوروں کی نظر سے بچ گیا تھا اس ہار کو میں آقا کے حضور اس تحریک میں پیش کرتی ہوں۔

یہ وہ جماعت ہے جس کو مٹانے کا بعض بدقسمت لوگ منصوبہ بنا رہے ہیں۔ بڑی بدبختی ہے کہ جو خلاصہ ہوں کائنات کا جن سے انسانیت کی اقدار زندہ ہوں جو گزشتہ مذہبی تاریخوں کو کہانیوں سے نکال کر عمل کی دنیا میں ڈھال دیں ان کو برباد کرنے کے درپے ہو جائے دنیا اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی۔ اس موقع پر تو آنحضرت ﷺ کی وہ دعا یاد آتی ہے جو بدر کے موقعہ پر آپؐ نے بڑی گریہ وزاری کے ساتھ کی اور حقیقت یہ ہے کہ جس خیمہ میں آپؐ دعا کر رہے تھے وہی خیمہ تھا جو اس جنگ بدر کو جیتنے کا میدان بن گیا تھا۔ بظاہر ایک لڑائی باہر ہو رہی تھی لیکن ایک لڑائی اس خیمے کے اندر جاری تھی اور وہ دعا کے ذریعے کی جارہی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی حالت یہ تھی کہ دعا کرتے ہوئے گریہ وزاری کے ساتھ بار بار آپؐ کا کپڑا آپؐ کے کندھے سے نیچے گر جاتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ اس کپڑے کو اٹھا اٹھا کر واپس آپؐ کے کندھے پر ڈالتے تھے اور ایک زلزلہ سا بدن پر طاری تھا۔ دعا آپ یہ کر رہے تھے **اللّٰھمّ ان اَھلکت ھذہ العصابۃ فَلَنْ تُعبَدُ فی الارضِ اَبَدًا** (صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب امداد الملائکۃ فی غزوۃ بدر) کہ اے اللہ! مجھے ان جانوں کی تو پروا نہیں میں تو تیری عبادت کرنے کا عاشق ہوں، مجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ اے اللہ! اگر آج ان لوگوں کو تو نے مٹنے دیا، ان لوگوں کو ہلاک ہونے دیا تو پھر قیامت تک تیری کبھی عبادت نہیں کی جائے گی کیونکہ ان سے بہتر عبادت کرنے والے جنہوں نے مجھ سے عبادت کے راز سیکھے ہیں پھر کبھی پیدا نہیں ہو سکتے۔ تو آج بھی یہ دعائیں کریں خدا کے حضور کہ اے خدا! یہ وہ لوگ ہیں جن کو مٹانے کے دنیا درپے ہے اگر آج تو نے ان کو مٹنے دیا تو انسانیت کی صف لپٹی جائے گی پھر اعلیٰ مذہبی اقدار و اعلیٰ روحانی اقدار دنیا سے ہمیشہ کے لئے غائب ہو جائیں گے، پھر انسان زندہ رکھنے کے لائق نہیں رہے گا اس لئے تو آج ان کو نہ مٹنے دے کیونکہ آج تمام کائنات کا خلاصہ مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اس موقع پر میں جماعت سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ گریہ وزاری درست اپنی جگہ بہت رونا

چاہئے خدا کے حضور لیکن اس رونے کے نتیجے میں دل میں ایسی نرمی نہیں پیدا ہونی چاہئے جو غیر کے سامنے جھکنے والے دل ہو جائیں ان دو چیزوں میں بڑا فرق ہے لیکن پیشتر اس سے کہ میں اس مضمون کے متعلق کچھ کہوں ایک اور دلچسپ زیور کے سلسلہ میں بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں احمدیوں کے دماغ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے ہیں کہ عجیب عجیب ان کو نقطے سوجھتے ہیں اور قربانیوں میں ایک حیرت انگیز حسن اور لطف پیدا کر دیتے ہیں چنانچہ چونکہ زیوروں کی باتیں آج کل ہو رہی ہیں کہ فلاں نے سونا دے دیا فلاں نے زیور دے دیا انگلستان کی ایک خاتون نے مجھے دو اشرفیاں بھجیں اور کہا کہ مجھے خیال آیا کہ یہ رسم زیور دینے کی تو منشی اروڑے خان صاحب نے شروع کی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد وہ حاضر ہوئے تھے اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی تھی، حضرت مصلح موعودؓ نے جب بار بار پوچھا کہ کیا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان نہیں ہو سکتا ہے جو ہو گیا ہے میری ساری عمر یہ خواہش تھی کہ میں سونے کی اشرفیاں لے کر کسی دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کو نذرانہ پیش کروں اور جب سونا نہیں تھا تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے جب سونا آیا تو حضورؑ موجود نہیں اس لئے میں حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں وہ اشرفیاں پیش کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا ہوں اور یہ درد کہ کاش مسیح موعودؑ ہوتے مجھے کھائے جا رہا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ بتایا کرتے تھے کہ بہت مشکل سے ٹکڑوں ٹکڑوں میں اُنہوں نے یہ بات بیان کی تو اس بچی کو خیال آیا کہ اس کا نام بھی تو زندہ ہونا چاہئے اور انہوں نے وہ دو اشرفیاں جو ان کے پاس تھیں وہ مجھے دیں تو ایک نیکی چونکہ دوسری نیکی کی طرف منتج ہو جاتی ہیں مجھے خیال آیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اس تحریک میں منشی اروڑے خانؓ کو شامل کرنے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ ہم بھول چکے تھے مگر خدا تو نہیں بھولا چنانچہ ان کی طرف سے میں نے وہ دو اشرفیاں بھی اس تحریک میں شامل کر دیں ہیں اور مجھے بڑا لطف آ رہا ہے اس بچی کے اس خیال پر اور خدا کے اس احسان پر کہ ایک شخص نے کسی خاص جذبے سے قربانی دی تھی اسے زندہ کرنے کے لئے کیسا عمدہ بہانہ بنا لیا اور کس ترکیب سے اس نام کو دوبارہ زندہ کر کے اس تحریک میں شامل کر دیا اور اس سے پھر مجھے ایک اور خیال آیا کہ میں نے اپنی والدہ کی طرف سے بھی تو کچھ نہیں دیا چنانچہ کچھ معمولی سا سونا تھا وہ میں نے اپنی والدہ کی طرف سے بھی دے دیا تو اس طرح ایک نیکی دوسری نیکی کے بچے پیدا کرتی چلی جاتی ہے، جس طرح بدی سے بدی کے بچے پیدا ہوتے ہیں، جس طرح نفرت سے نفرت پھوٹتی

ہے اس طرح یہ اللہ کا قانون ہے کہ نیکیاں اور نیکیاں پیدا کرتی چلی جاتی ہیں تو یہ بہت بڑا ایک احسان ہے کہ جماعت کے اندر نیکیاں پھل پھول رہی ہیں۔ میں جو کہتا ہوں کہ خدا نے ابھی سے ہمیں بہت انعام دینے شروع کر دیئے ہیں یہ کم انعام تو نہیں ہیں کسی جماعت کے اندر عظیم الشان روحانی اقدار جاگ اٹھیں اس کے اندر نیکیاں نشو نما پانے لگ جائیں اور کثرت کے ساتھ نیکیاں بچے دینے لگیں اور ایک نیکی دوسری نیکی پر منتج ہو۔ یہ جو سلسلہ ہے یہ بہت ہی عظیم الشان خدا کا احسان ہے۔

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو بعض دفعہ خط لکھتے وقت کچھ بے صبری دکھا جاتے ہیں ان کے لئے اب میں چند باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ بعض مجھے لکھتے ہیں کہ اب تو روتے روتے ہمارا برا حال ہو گیا ہے اور خدا کیوں مدد کو نہیں آ رہا ابھی تک۔ کب تک آخر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گالیاں سنیں گے اور دل آزاری کی باتیں سنیں گے؟ خصوصاً اہل ربوہ کے اوپر چونکہ زیادہ سخت امتحان ہیں اس لئے بعض لوگ وہاں سے جو خط لکھتے ہیں اس میں بے انتہا بے قراری پائی جاتی ہے کیونکہ ایک طرف احمدیوں کی اذانیں بند ہیں، خدا کا نام لینا بند ہے اور دوسری طرف علما کو وہاں لاؤڈ سپیکر پر گالیاں دینے کی کھلی چھٹی ہے اور بعض دفعہ وہ سارا سارا دن انتہائی مغلظات بکتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف تو یہ دکھ ہے جو بے قرار کر دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم روتے ہیں ساری ساری رات گریہ وزاری کرتے ہیں لیکن آخر کب تک ہم سے یہ ہو گا؟ خدا کیوں ہماری مدد کو نہیں آ رہا؟ تو دراصل ان کو بھی اُسی آیت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جس کا میں نے ذکر کیا تھا مَا اسۡتَکَانُوۡا کی کیفیت اپنے اندر پیدا کریں، آنسو بہت ضروری ہیں لیکن حوصلے کو نرم کرنے کے لئے استعمال نہیں ہونے چاہئیں بلکہ اس طرح استعمال ہونے چاہئیں جس طرح بھٹی میں چپ لوہا ڈالا جاتا ہے تو اسے بار بار نکال کر پانی میں اس لئے داخل کیا جاتا ہے کہ اس سے اس پر آب مزید آ جائے اگر صرف بھٹی جلتی رہے تو لوہے خواہ کتنے ہی سخت ہوں اپنے ذات کے لحاظ سے وہ کچھ دیر کے بعد نرم ہو کر پگھل جاتے ہیں لیکن اگر بار بار ان کو پانی میں ڈبویا جائے تو بجائے نرمی آنے کے ان میں اور زیادہ سختی آنی شروع ہو جاتی ہے یہی قانون ہے انبیاء کی جماعتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا، یہی سلوک ہے انبیاء کی جماعتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا چنانچہ ایک طرف دشمن اُن کو بھٹی میں جلانے کی کوشش کرتا ہے دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے انکو رحمت کے آنسو عطا کرتا ہے، وہ خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں، ایک دوسرے کے غم میں بے انتہا درد محسوس کرتے ہوئے ان کی

آنکھیں اللہ کے حضور آنسو بہاتی ہیں تو دل جہاں اپنوں کے لئے نرم ہو جاتے ہیں وہاں غیروں کے لئے اور زیادہ ان میں دفاعی شدت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے، کمزوری کی بجائے ان میں ایک خاص توانائی پیدا ہو جاتی ہے۔اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ (الفتح:۳۰)

کہ محمد مصطفی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا ایک عجیب حال ہے اپنوں کے لئے وہ بے انتہا رحم دل ہیں اور ان کے دکھ ان سے برداشت نہیں ہوتے لیکن یہ دکھ ان کو دفاعی لحاظ سے کمزور نہیں کرتے، ان میں نئی قوت عطا کرتے چلے جاتے ہیں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ غیر کے مقابل پر تو دیکھے گا کہ انتہائی شدید ہو جاتے ہیں یہ کیسے حاصل ہوتی ہے قوت اندرونی طور پر نرمی اور بیرونی طور پر شدت میں اضافہ فرماتا ہے تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یہ کیسے بات پیدا ہوتی ہے؟ خدا کے حضور گریہ وزاری کے نتیجے میں رکوع میں بھی جھک جاتے ہیں سجدوں میں گرتے ہیں دعائیں کرتے ہیں تو جہاں دل کو ایک ٹھنڈک ملتی ہے خدا کے حضور آنسو بہانے سے وہاں جو تپش ہے وہ نرم کرنے کی بجائے اس میں اور زیادہ سختی پیدا کر دیتی ہے غیروں کے مقابل پر اور ایک نئی ہمت ان کو عطا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یہ نمونے بھی ہیں اور میں ان کو جو کچھ دیر رونے کے بعد گھبرا جاتے ہیں کہتے ہیں ابھی تک کیوں نہیں ہوا ان کو میں بتاتا ہوں کہ مَا ضَعُفُوْا سے بھی تو سبق سیکھیں بعض نسلیں بوڑھی ہو جاتی ہیں خدا کی راہ میں قربانیاں کرتے کرتے اور پھر بھی ان کے اندر کوئی بڑھاپے کے آثار پیدا نہیں ہوتے اس لئے اللہ کا کام ہے وہ فیصلہ کرے کہ کب اس کی تقدیر نصرت کے رنگ میں ظاہر ہو۔

ایک نصرت تو وہ ہر وقت ہماری فرما رہا ہے اسے کیوں بھول جاتے ہیں۔ جب بھٹی میں کسی قوم کو ڈالا جاتا ہے اگر تو وہ جل کر باہر نکل رہی ہو پھر تو یہ خطرہ ہے کہ کیوں دیر ہو رہی ہے؟ سارے بھسم ہو جائیں گے اگر جلنے کی بجائے اُس میں مزید قوت پیدا ہونی شروع ہو جائے، دشمن بجائے اس کے کہ اس کو مٹانے میں کامیاب ہو وہ پہلے سے بڑھنی شروع ہو جائے تو پھر اس بے صبری کا کیا جواز ہے؟

اگر تو ان مخالفتوں کے نتیجے میں جماعت کے اندر کمزوری آجاتی ،اگر تو ان مخالفتوں کے نتیجے میں احمدیت پھیلنا بند ہو جاتی ،احمدیت کی طاقت میں کمی آجاتی تو پھر یہ خطرہ برحق تھا کہ اے خدا! بس کر اب تو مارے گئے جس دین کے لئے ہم قربانیاں دے رہے ہیں وہ دین مٹتا چلا جا رہا ہے لیکن یہ بات تو نہیں ہے بالکل برعکس نتیجے پیدا ہو رہے ہیں اس لئے دکھ کا معاملہ تو درست ہے کہ بعض دفعہ دکھ ناقابل برداشت نظر آنے لگتا ہے لیکن دکھ کے نتیجے میں ہلاکت بہر حال نہیں ہے اس لئے دیر بھی ہوگئی تو جماعت آگے ہی بڑھے گی جس جماعت کے مقدر میں بہر حال آگے بڑھنا ہے اس کے لئے خوف کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا کرتا۔ وہ لوگ جو قربانیاں کر رہے ہیں جو واقعی اس وقت جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں دکھ اٹھانے میں اُن کے حوصلے تو خدا کے فضل سے کم نہیں ہوئے۔

چنانچہ بعض ایسے ہی حوصلہ مند نوجوانوں کے ذکر میں ربوہ کی ایک بچی مجھے لکھتی ہیں کہ میں اپنے بڑے بھائیوں سے اکثر سنتی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے افراد دور سے پہچان لئے جاتے ہیں یہ سن کر میں بہت حیران ہوتی تھی کہ شکلیں تو انسان کی ایک جیسی ہیں پھر یہ کیا کہتے ہیں مگر آج خود ہی اندازا ہو گیا۔ میں آج تقریباً 10 بجے اپنی بھتیجی کے ساتھ گولبازار سبزی لینے گئی مسجد مہدی کے ساتھ پکی سڑک جو اڈے والی ہے اڈے کی طرف سے دو لڑکوں کو ہتھکڑیاں لگی ہوئی دیکھیں اور پانچ یا چھ پولیس مین ساتھ ہیں عدالت کی طرف جا رہے ہیں میں نے بھی ادھر ہی جانا تھا پردہ میں زیادہ تو نظر نہ آیا لیکن جتنا بھی نظر آیا میں نے دیکھا کہ وہ لڑکے مجھے بڑے عزم حوصلے اور شریفانہ انداز میں چلتے ہوئے نظر آئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ لڑکے تو احمدی ہیں ساتھ خوف کا دھڑکا بھی لگ گیا، پھر آگے چلتے گئے سڑک کے دونوں طرف چلنے والے مسافر کیا عورتیں کیا مرد کیا بچے سارے ذرا سا رکتے تھے کچھ کہتے اور پھر نہ جانے دل میں کیا کیا دعائیں کرتے ہوئے آگے گزرتے جاتے تھے۔ عدالت کے قریب جاتے جاتے تو بے شمار لوگ اکٹھے ہو گئے مجھ سے رہا نہ گیا میں نے ایک آدمی سے پوچھ ہی لیا کہ یہ دونوں خدام ہمارے وہ احمدی تو نہیں جن کے متعلق سنا گیا تھا کہ ان کو بڑی تکلیفیں دی گئی ہیں تو کہنے لگا جی ہاں باجی وہی ہیں میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور میں ان کے لئے دعا کرنے لگی کہ یہ تو مسیح موعودؑ کی پاک جماعت کے ہونہار، صابر، حوصلہ مند خدام ہیں۔ یہ تو لاکھوں کروڑوں میں پہچانے جاتے ہیں صرف اس لئے کہ وہ حضور رسول اکریم ﷺ کے غلام عاشقِ صادق کے غلام ہیں اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ

منٹوں میں وہاں ربوہ والوں کا اتنا ہجوم ہو گیا کہ وہاں سے گزرنا مشکل ہو رہا تھا اور ہر ایک آگے بڑھ کر ان دونوں کو گلے مل رہا تھا اور وہ دونوں مسکرا مسکرا کر سب کو تسلیاں دے رہے تھے یعنی دنیا میں تو الٹ ہوا کرتا ہے کہ جو لوگ قید ہوتے ہیں باہر والے آ کر ان کو تسلیاں دیتے ہیں لیکن اللہ کی راہ میں قید ہونے والوں کا عجیب حال ہے کہ باہر والے بے قرار اور بے چین ہیں اور وہ ان کو تسلیاں دے رہیں ہیں۔

تسلی کے سلسلہ میں ایک آپ کو لطیفہ بھی سنا دوں۔ ایک بچی نے مجھے یہ لکھا ہے کہ آپ جماعت کی بالکل فکر نہ کریں اگر یہ جماعت آپ کو پیاری لگتی ہے تو اللہ کو بھی تو پیاری لگتی ہے وہ خود اس کی فکر کرے گا جو اللہ کو پیاری لگتی ہے مجھے اور پیاری کیوں نہ لگے؟ پھر یہ عجیب بات ہے اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ہم نے سبق سیکھنے ہیں۔ آنحضرت ﷺ تو دشمن کے غم سے بھی اتنا درد محسوس فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو خود یہ کہنا پڑا کہ

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝ (الشعراء:۴)

کہ اے محمد ﷺ تو ان ظالموں کے لئے اپنے آپ کو غم میں ہلاک کر لے گا جو ایمان نہیں لاتے! تو ہم نے تو حضور اکرم ﷺ سے ڈھنگ سیکھنے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بچی کے ذہن میں وہ ابرہہ والا واقعہ رہ گیا ہے جب غالباً عبدالمطلب کی بات ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ مجھے اپنے اونٹوں کی فکر ہے کیونکہ میں اونٹوں کا مالک ہوں ربّ الکعبہ کو کعبہ کی فکر ہو گی کیونکہ وہ کعبہ کا مالک ہے یہ عبدالمطلب کے منہ سے تو بات سجتی ہے لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کبھی یہ نمونہ نہیں دکھایا۔ جو رب کعبہ کا تھا وہ آپ کا بھی تھا۔ جو رب کعبہ کو عزیز تھا وہ آپ کو بھی عزیز تھا اس لئے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسوہ ہے ہم نے تو اس کو اپنانا ہے، ہمیں اس سے کیا غرض کہ عبدالمطلب نے کیا جواب دیا تھا۔

ایک شیخوپورہ کے دوست اپنی بچی کا حال لکھتے ہیں یہ وہی آنسو ہیں جو دلوں میں ایک توانائی پیدا کرنے والے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بھی مسجد مبارک پہنچا جس دن آپ آخری رات وہاں دوستوں کو خطاب کر رہے تھے اس رات کی بات ہے۔ یہ دوسری جگہ سے چل کر آئے تھے انہوں نے کہا میں نے اپنے دو بچے ساتھ لئے اس ارادہ سے کہ وہاں جا کر اپنے آپ کو اپنے بچوں کو شہادت کے لئے پیش کر دوں اور چونکہ ہمیں خطرہ تھا کہ آپ کی ذات کو خطرہ ہے اس لئے یہ تمنا لے کر چلے تھے کہ ہماری لاشوں پر سے گزر کے دشمن آپ تک پہنچے ورنہ آپ تک نہ پہنچ سکے۔ جب ہم چلنے لگے تو

عجیب نظارہ دیکھا کہ میری بچی جو چھٹی جماعت میں پڑھتی ہے وہ روتی روتی ہم سے پہلے آ گے نکل کھڑی ہوئی اور ربوہ پہنچے تو مسجد کی طرف دوڑی اور سب سے آگے بڑھ کر وہ اس بات کی منتظر بیٹھی تھی کہ جب آواز آئے کہ کون قربانی کے لئے تیار ہے تو سب سے پہلے میں اُٹھ کر کھڑی ہوں چنانچہ جب آپ مغرب کی نماز کے بعد دوستوں سے مخاطب ہوئے تو یہ بچی چیخ چیخ کر پکار رہی تھی کہ حضور ہماری جانیں حاضر ہیں لبیک لبیک۔ پس ہم تو اُس کو دیکھتے دیکھتے خاموش رہ گئے۔ ایک عجیب منظر تھا اس بچی کی کیفیت کا اور بچوں کی یہ جو کیفیت ہے یہ ایک عظیم الشان روحانی انقلاب برپا کر رہی ہے اُن میں یہ کوئی جذباتی ایسے واقعات نہیں ہیں جو آئے اور گزر گئے بلکہ غیر معمولی طور پر چھوٹے چھوٹے بچوں کو اللہ تعالیٰ ولی بنا رہا ہے۔ ایک ایسے ہی بچے کا ذکر کرتے ہوئے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم لیٹے لیٹے گنگنا کر پڑھنے لگا تو میرا چھوٹا بچا جس کی عمر نو اور دس سال کے درمیان ہے میرے پاس لیٹ گیا اور نظم سننے لگا اور اس شعر پر اس نے کہا کہ یہ شعر دوبارہ پڑھیں

اے خدا اے چارہ سازِ درد ہم کو خود بچا
اے میرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل فگار

(براھین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ: ۱۳۹)

میں نے اسے مکرر پڑھا۔ کہنے لگا پھر پڑھیں، پھر پڑھا، آگے چل کر جب یہ شعر آیا تو پھر بار بار مجھ سے پڑھوایا:

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار

(براھین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ: ۱۳۹)

خیر سارے اشعار پڑھے خاص غور و جذبے سے لیٹے لیٹے سنتا رہا۔ میں بھی ایک خاص کیفیت میں اسے سناتا رہا۔ خدا کی قسم وہ بچہ اس درد سے چیخا کہ ہم سب بھی اسے دیکھ کر رونے لگ گئے۔ اس کی امی اسے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی کہ بیٹا نمازوں میں یہ کیفیت پیدا کر اپنے اللہ سے، اپنے قادر و توانا خدا سے جسے وہ دن لانے میں دیر نہیں لگتی، وہ نظارے واپس لانے میں دیر نہیں لگتی جن کے لئے تم بے چین ہو اس کے حضور دعائیں کرو رونہیں۔ خیر وہ سنبھلا اور چپکے سے اٹھ کر اندر جا کر قمیض پہنی اور

کمرے میں پنکھا چلا کر نفل شروع کر دیئے اور ہمیں اس وقت اس کا علم ہوا جب وہ سچ مچ اپنی امی کے کہنے کے مطابق سر سجدے میں رکھ کر چلاّ رہا تھا، اس نے دو رکعت نماز پڑھی پر کیا پڑھی! ہم سب حیران رہ گئے! اتنی چھوٹی عمر میں اتنا درد اس کے سینے میں چھپا ہوا تھا کہ حضور وہ فقرات جو وہ دہراتا رہا من وعن نوٹ نہیں ہو سکتے۔ یوں لگتا تھا کہ یہ اس کی زبان نہیں تھی کسی اور کے الفاظ اس کی زبان پر جاری تھے۔

یہ وہ اللہ کے احسانات ہیں جو جماعت احمدیہ کو اس نے اس دور میں عطا فرما دئے ہیں۔ یہ دور کچھ لمبا بھی چل جائے تو کیا قیامت ہے! یا تو جماعت کا ایمان مٹ رہا ہو تو ہمیں خوف پیدا ہو یا تو جماعت مرتد ہونا شروع ہو جائے نعوذ باللہ من ذالک تو ہمیں خوف پیدا ہو یا تو پھیلنا بند کر دے اور غیر احمدی اس کو قبول کرنا چھوڑ چکے ہوں تب ہمیں خوف پیدا ہو۔ جس جماعت کا ہر قدم ہر حالت میں بہر حال ترقی کی طرف اٹھ رہا ہے اور ایسی ایسی روحانیت کی عظمتیں اور رفعتیں اسے نصیب ہو رہی ہیں کہ ارب ہا روپیہ خرچ کر کے بھی قومیں اگر اپنی قوموں میں یہ حالت پیدا کرنے کی کوشش کریں تو یہ نہیں کر سکتیں۔ ساری عرب کی دولت اگر اسی کام پر خرچ ہو جائے کہ مسلمانوں میں روحانیت کا وہ مقام پیدا کر دیں جس کے نظارے آج احمدیت دیکھ رہی ہے تو وہ ناکام ہوں گے کیونکہ روحانیت دولت کے ذریعے نہیں عطا ہوا کرتی۔ روحانیت تو اس کیفیت سے عطا ہوتی ہے جب دولتوں سے نفرت ہونے لگتی ہے اور انسان لٹنے کے باوجود بھی جو کچھ بچ چکا ہوتا ہے وہ بھی خدا کے رستے میں لٹانا شروع کر دیتا ہے اس لئے ہرگز حوصلہ نہ ہاریں، جتنے لمبے دن بھی خدا نے آزمائش کے ڈالنے ہیں ہاں یہ دعا ضرور کرتے چلے جائیں کہ اے اللہ! ہمارے گناہ ہماری راہ میں حائل نہ ہو جائیں، اے خدا! ہماری وہ کمزوریاں جو ہمیں نظر آ رہی ہیں وہ جماعت کے لئے وبال نہ بن جائیں۔ آج دن نہیں ہیں تیری ناراضگی کے اے خدا! آج ہم کیسے برداشت کریں گے دشمن بھی ہمیں غضب کی آنکھ سے دیکھے اور ہمارا آقا و مولیٰ جس کے لئے ہم مرتے اور جیتے ہیں وہ بھی ہم سے ناراض ہو جائے اس لئے گناہ گار نہ ہلاک ہوں، آج ہم سے حساب نہ لے، آج ہم سے بخشش کا سلوک فرما، آج ہم سے رحم کا سلوک فرما، آج ہم سے مغفرت کا سلوک فرما اور ہمیں ثبات قدم بخش تا کہ جتنی دیر تو چاہے ہم کامل ہمت اور استقلال کے ساتھ تیری راہ میں آگے قدم بڑھاتے رہیں یہاں تک کہ وہ وقت آ جائے جس کا تو نے وعدہ دیا ہے اور ہمیں غیروں کے مقابل پر عظیم نصرت اور فتح عطا۔ آمین۔